ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

اردو کی نمائندہ آپ بیتیوں کا مختصر جائزہ

AN OVERVIEW OF THE REMARKABLE URDU AUTOBIOGRAPHIES

*صبا نذیر

**ڈاکٹر عائشہ سلیم

ABSTRACT:

An Autobiography is a self-written account of one's life, his experiences, minor and major, his joys and sorrows as well as his trials and tribulations. An author "in his autobiography" gives a vivid description of his childhood, family, friends, professions, culture, traditions and socio-political scenario of his age. Autobiographies are considered a literary genre. In Urdu, lots of autobiographies have been written till date but the most remarkable are the "Tavarikh e Ajeeb (Kala Pani)" by Molana Muhammad Jafar Thanesri, "Qaid e Farang" by Hasrat Mohani, "Sarguzasht" by Abdul Majeed Salik, "Yaadon ki Baraat" by Josh Malihabadi, "Shahabnama" by Qudrat Ullah Shahab, "Jahan e Danish" by Ehsan Danish, "Mitti Ka Diya" by Meerza Adeeb.

Keywords: *Autobiography, Culture, Socio-Political, Traditions, Literary genre*

کلیدی الفاظ: خود نوشت (آپ بیتی)، ثقافت، سماجی و سیاسی روایات، ادبی صنف

روزنامچہ نگاری، مکتوب نگاری، سفر نامہ نگاری، خود نوشت نگاری، رپورتاژ نگاری، سوانح نگاری اور خاکہ نگاری جیسے تمام سوانحی اردو ادب میں سے "خود نوشت نگاری" یا "آپ بیتی" کو عہد حاضر میں جدید نثری ادب کی بہترین مثال کہا جاسکتا ہے۔ خود نوشت سوانح حیات جو معنوی حیثیت سے "آپ بیتی" کہلاتی ہے کسی ایک انفرادی انسان کی زندگی کا نچوڑ ہوتا ہے۔ دوسری صورت میں "آپ بیتی" کو کسی انسان کی کہانی بھی کہا جاسکتا ہے جو کہ اس کے اپنے قلم سے قلمبند کی جاتی ہے۔ کسی فرد کی زندگی کے روشن و تاریک گوشوں سے اتنا کوئی دوسرا واقف نہیں ہو سکتا جتنا کہ وہ شخص خود۔ اس لحاظ سے اس صنف کو خالصتاً دیانتداری کا کام بھی کہا جاسکتا ہے۔ جس میں لکھنے والے پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اول تو وہ اپنی حیاتی کے تمام گوشوں سے قارئین کے سامنے سچائی سے پردہ اٹھائے دوسرا اس کو احاطہ تحریر میں لاتے وقت ادبی لحاظ سے جن لوازمات کا خیال رکھنا ضروری ہے ان کا بھرپور خیال رکھے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر محمد عمر رضا لکھتے ہیں:

---

*پی۔ ایچ۔ ڈی اسکالر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور

**اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

"ادب کی کسی بھی صنف میں صداقت کو ہمیشہ مقدم رکھا جاتا ہے۔ یہ دیگر بات ہے کہ چند ہی لوگ اس پر عمل کر پاتے ہیں۔ خود نوشت سوانح یا پھر دیگر سوانحی تحریروں میں بھی بے لاگ سچائی اول ہے۔"(۱)

آپ بیتی کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ انسانی تاریخ۔ آغاز میں اردو کے علاوہ فارسی، عربی، انگریزی زبان میں آپ بیتیاں لکھی گئیں۔ جن کا ذکر یورپ تہذیب، عرب تہذیب اور عیسائیت میں بھی ملتا ہے آپ بیتی کے حوالے سے علیم الدین سالک لکھتے ہیں :

" آپ بیتی اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ انسان خود۔ اس کا آغاز انسانی حیات کے ساتھ ہوا۔ زمانے کی گردش نے آپ بیتیوں کے نام و نشان مٹا دیئے تاہم بعض زبانوں میں آج سے ہزاروں سال پہلے کی لکھی ہوئی آپ بیتیاں موجود ہیں۔"(۲)

اردو نثر میں آپ بیتی کا آغاز اٹھارویں صدی کے نصف آخر میں میر تقی میر کی "ذکر میر" سے 1770ء کے لگ بھگ ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اردو زبان و ادب میں آپ بیتی کی صنف کو زیادہ پرانا نہیں کہا جا سکتا۔ عام طور پر اردو زبان کے نامور مصنف اور ادیب اپنی آپ بیتیاں قلمبند کرتے رہے ہیں۔ جس کا باقاعدہ آغاز 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ اس وقت ہندوستان کے باشندے جن مشکلات اور مصائب سے گزرے ان سب کا بیان آپ بیتی کی صورت میں ملتا ہے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے "جزیرہ انڈومان" (کالا پانی) میں رہتے ہوئے "الثورۃ الھندیہ" (باغی ہندوستان) تحریر کی جسے انقلاب آزادی کا ایک مستند ترین ماخذ قرار دیا جا سکتا ہے۔

آپ بیتی محض مصنف کے ذاتی احوال و واقعات کا مجموعہ نہیں ہوتا بلکہ یہ اس کے احساسات و جذبات اور ان کی روشنی میں اپنے ارد گرد کے مشاہدات و تجربات کی مدد سے اس کے نقطہ نظر کی ترجمان بھی ہوتی ہے۔ عام طور پر ایک مصنف اپنی آپ بیتی روزنامچوں، یادداشتوں یا ڈائری کی مدد سے اپنی عمر کے آخری حصے میں اس وقت لکھتا ہے جب اس کے پاس لکھنے کے لیے کافی مواد جمع ہو جاتا ہے۔ اس آپ بیتی کی تخلیق میں اس کی یہ سوچ بھی محرک بنتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے حاصل شدہ تجربات و مشاہدات کو قاری تک منتقل کر سکے جس سے قاری استفادہ حاصل کر سکے۔ یوں تو اردو زبان و ادب میں زمانہ حال تک لاتعداد آپ بیتیاں تخلیق کی جا چکی ہیں لیکن اردو زبان میں جو مقام مولانا جعفر تھانیسری کی "تواریخ عجیب" ، حسرت موہانی کی "قید فرنگ"، مولانا عبدالمجید سالک کی "سرگزشت"، جوش ملیح آبادی کی "یادوں کی برات"، قدرت اللہ شہاب کی "شہاب نامہ" احسان دانش کی "جہانِ دانش" اور میرزا ادیب کی "مٹی کا دیا" کو حاصل ہے وہ کسی اور آپ بیتی کو حاصل نہیں۔ ذیل میں ان تمام آپ بیتیوں کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ جن میں مصنفین کے حالاتِ زندگی، بن باس کی زندگی کی منظر کشی، نظر بندی کے دور کے حالات و واقعات کا ذکر، صدمات اور تاثرات کے اظہار، قید و بند کی صعوبتوں کے بیان کے علاوہ بعض آپ بیتیوں میں مصنفین کے عشق بازی کے قصے، رنگین مزاجی، زندگی کی بے رحم چوٹوں، مفلسی و غربت اور بیوروکریسی کے اتار چڑھاؤ کو جس مہارت اور چابکدستی سے پیش کیا گیا ہے اس سے بیک وقت ایک عام قاری اور تاریخ کے طالب علم کو خاطر خواہ استفادہ حاصل ہوتا ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے اور بعد میں لکھی گئی آپ بیتیاں تاریخ کے طالب علم کی ملکی حالات و واقعات کے تناظر میں درست سمت میں رہنمائی کرتی ہیں۔

مولانا جعفر تھانیسری (1906-1838) کی آپ بیتی "تواریخ عجیب" موسوم بہ کالا پانی کو اس سلسلے کی ایک اہم کڑی قرار دیا جا سکتا ہے۔ تواریخ عجیب کو اردو کی اولین آپ بیتی کا درجہ بھی حاصل ہے جس میں مصنف نے سزا کے طور پر خلیج بنگال کے جزیرے "انڈومان" میں اپنے گزرے ہوئے بیس سال قید و بند کی صعوبتوں کے بیان کے ساتھ نامکمل حالات زندگی بیان کئے ہیں ۔ یہ آپ بیتی 1884ء میں منظر عام پر آئی۔ اس میں ان کی پیدائش کا ذکر نہیں ملتا لیکن انہوں نے اپنی زندگی کے حوالے سے جو حالات واقعات بیان کیے ہیں وہ زندگی کی نیرنگی اور عجوبہ کاری کا بہترین نمونہ بھی ہیں۔

"تواریخ عجیب" غائر مطالعہ سے ان کے بچپن کے حالات کا جو دھندلا سا عکس بنتا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ ان کی تاریخ پیدائش غالباً 1838ء بنتی ہے۔ ان کے والد میاں جیوں دنیا سے اس وقت رخصت ہوئے جب مولانا جعفر تھانیسری کی عمر تقریباً دس برس تھی اور ابھی تک ابتدائی تعلیم سے روشناس بھی نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ والدہ بھی ناخواندہ تھی۔ تعلیم کی طرف رغبت ان کا ذاتی ذوق سلیم دکھائی دیتا ہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل مولانا جعفر تھانیسری کی یہ آپ بیتی فنی اعتبار سے اگرچہ نامکمل ہی سہی لیکن اردو میں اس سے قبل اس نوعیت کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اردو کے سوانحی ادب میں اس کی اہمیت مسلم ہے۔ بقول ڈاکٹر صبیحہ انور:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

"1857ء میں غدر کے آس پاس کے زمانے میں واجد علی شاہ کی منظوم آپ بیتی اور اس کے بعد مولانا جعفر تھانیسری کی تواریخ عجیب (کالا پانی) کے سوااور کوئی چیز اس قبیل کی نظر نہیں آتی۔۔۔۔ انہوں نے تواریخ عجیب کے نام سے اردو نثر میں نہ صرف اولین آپ بیتی لکھی بلکہ تحریک جہاد کے رہنمائے اعظم سید احمد بریلوی کی سوانح عمری (سوانح احمدی) بھی قلمبند کی۔۔۔۔ تواریخ عجیب کی حیثیت ایک باضابطہ اور شعوری خودنوشت سوانح حیات کی اگر نہیں ہے تو اس چیز کی ضرور ہے جسے انگریزی میں Partial Autobiography (جزوی آپ بیتی) کہا جاتا ہے۔"(۳)

زبان وبیان کے اعتبار سے بھی یہ آپ بیتی اہمیت کی حامل ہے۔ سادہ، صاف اور شستہ زبان کے استعمال کے ساتھ روزمرہ اور عام بول چال کی زبان کے استعمال سے اس میں قاری کے لئے دلچسپی کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"جب ہم پھانسی گھروں میں قید تھے تو قاضی میاں جان صاحب بیمار ہو کر ہسپتال سے اکثر ہماری ملاقات کے واسطے پھانسی گھروں میں آیا کرتے تھے۔ اپنے مرنے کے وقت ایک دو دن پہلے انہوں نے یہ خواب دیکھا کہ ایک تخت جواہر نگار آسمان سے اترا اور ان کو اس پر بیٹھا کر آسمان پر لے گیا۔" (۴)

سید فضل الحسن حسرت موہانی (1951ء-1878ء) کی آپ بیتی "قید فرنگ" ان کی پہلی جیل یاترا کی داستان حقیقی ہے جو زبان وبیان کے اعتبار سے ادبی اہمیت کی اور مواد کے اعتبار سے تاریخی نوعیت کی حامل آپ بیتی ہے۔ جس کی وجہ سے اسے مقبول ترین مختصر سوانح عمریوں میں سے ایک کا درجہ بھی حاصل ہے۔ حسرت موہانی ایک مشہور شاعر، سیاستدان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب ترین صحافی بھی تھے۔ ایک حساس شاعر، جوشیلے سیاستدان اور ایک ذہین صحافی نے مل کر ان کی شخصیت میں ایک عجیب رعب ودبدبہ پیدا کر رکھا تھا۔ اس حوالے سے عتیق صدیقی لکھتے ہیں:

"حسرت کے مزاج کی یہ طرفگی یوں تو ان کی سیاسی زندگی کے ہر گوشے میں نمایاں نظر آتی ہے تاہم سب سے زیادہ وہ ان کی سیاسی زندگی پر چھائی تھی اور یہ اسی کا کرشمہ ہے کہ بیسویں صدی کے ہندوستان کی تاریخ میں چند ہی ایسی شخصیتیں ملیں گی جن کی زندگی کا مطالعہ اتنا دلچسپ ہو، جتنا حضرت کی زندگی کا ہے۔"(۵)

یہ آپ بیتی ان کے رسالہ ماہنامہ "اردوئے معلیٰ" میں مسلسل تیرہ اقساط میں شائع ہوتی رہی۔ جس میں ان کی ایک سالہ اسیری کی روداد کی تفصیل درج ہے۔ حسرت موہانی کی یہ اسیری ان کے اپنے رسالہ ماہنامہ "اردوئے معلیٰ" میں ایک مضمون شائع کرنے پر بغاوت کے جرم میں تھی۔ اس آپ بیتی میں انہوں نے قید کی صعوبتوں کے ساتھ جیل کے اندر قیدیوں کو فراہم کیے جانے گھٹیا لباس، ناقص خوراک، تکلیف دہ رہائش کے ساتھ مشقت کی روداد کو نہایت عمدہ اور موثر انداز میں بیان کیا ہے۔ بعد ازاں جسے عتیق صدیقی نے اپنی کتاب "حسرت موہانی قید فرنگ میں" انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی کے زیر اہتمام 1982ء میں شائع کیا جس سے یہ آپ بیتی کتابی صورت میں قارئین کے سامنے آئی۔

عبدالمجید سالک (1959ء-1894ء) کی آپ بیتی "سرگزشت" قومی کتب خانہ لاہور سے 1955ء میں شائع ہوئی۔ اس آپ بیتی کا آغاز اپنے خاندانی شجرہ نسب سے کیا گیا ہے۔ مصنف نے یہ آپ بیتی چراغ حسن حسرت کے اصرار پر لکھی۔ "سرگزشت" کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ابتدائی گیارہ ابواب مصنف کے سوانحی حالات، بارہویں سے سولہویں باب میں ان کی قید وبند کے حالات اور تیسرے حصے میں جو کل ضخامت کے دو تہائی صفحات پر مشتمل ہے، بہت سی شخصیات کے خاکوں اور مشاہدات پر مبنی ہے۔

ہمہ جہت شخصیت کے مالک عبدالمجید سالک شاعری اور افسانہ نگاری کے ساتھ صحافت کے پیشے سے منسلک تھے۔ "سرگزشت" میں حسب موقع انہوں نے ان شعبوں سے اپنی وابستگی اور اپنے ماحول کا اظہار کیا ہے۔ ہر شعبہ میں اپنی مسلمہ حیثیت کے باوجود اپنے قلم سے اپنی ذات کی تشہیر کی شعوری کوشش بھی نہیں کی۔ چراغ حسن حسرت "سرگزشت" کے مقدمہ میں سالک کی اس عادت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

"سالک صاحب کے ہاں نہ تو یہ کیفیت کہ انہوں نے جن محفلوں اور صعوبتوں کے نقشے کھینچے ہیں، ان میں وہی صدر نشیں نظر آئیں۔ نہ انہوں نے اتنا انکسار برتا ہے کہ ایک کونے میں دبکے بیٹھے رہیں اور کہیں دکھائی نہ دیں۔"(6)

"سرگزشت" کا طرزِ تحریر سادہ اور بے تکلف ہے۔ معمولی اور خشک موضوعات کے بیان میں شگفتگی کا تاثر ملتا ہے۔ مصنف جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے ہیں اسے الفاظ کا جامہ پہنا کر زندہ جاوید بنا دینے کا ہنر رکھتے ہیں کہ قاری کو مزید تفصیل کی کوئی تشنگی باقی نہیں رہتی لیکن سالک کی اپنی شخصیت کہیں پیچھے رہ جاتی ہے۔ بقول ڈاکٹر سلیم اختر:

"عبدالمجید سالک کی "سرگزشت" کا ان کے ہمعصروں کے بارے میں ایک تذکرہ کی حیثیت سے تو مطالعہ کیا جاسکتا ہے لیکن اصل سالک کے خدوخال اجاگر نہیں ہوتے۔"(7)

"سرگزشت" اپنے اندر کئی رنگ سموئے ہوئے ہے، یہ بیک وقت سوانح حیات، تاریخ اور خاکوں کی کتاب ہے جس میں بیسویں صدی کی ابتدا سے لیکر تقسیم ہند کے زمانے تک کے سیاسی، سماجی، ثقافتی اور ادبی حالات سموئے ہوئے ہیں۔

جوش ملیح آبادی کی آپ بیتی "یادوں کی برات" 1970ء میں منظر عام پر آئی۔ یہ آپ بیتی کل پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں "چند ابتدائی باتیں" کے عنوان سے مصنف نے اپنی عادات، خیالات اور میلانات کا ذکر کیا ہے۔ دوسرے حصے میں مصنف کے آباؤاجداد اور قریبی عزیزوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ تیسرے حصے میں اپنے اپنے 33 عدد دوست اور احباب کا ذکر کیا ہے۔ چوتھے حصے میں ان کی زندگی میں آنے والے کچھ عجیب و غریب اشخاص کے بارے میں بتایا گیا ہے اور آخر میں پانچویں حصے میں تقریباً سو صفحات پر جوش نے اپنے معاشقوں کی تفصیلات جزئیات سے بیان کی ہیں۔ 1975ء کے دوسرے ایڈیشن میں 55 صفحات کے اضافہ سے یہ آپ بیتی کل 780 صفحات پر مشتمل ہے۔

جوش کی آپ بیتی ادبی حلقوں میں مقبولیت کے ساتھ ساتھ متنازعہ فیہ بھی رہی ہے۔ جس کی مخالفت میں بہت کچھ لکھا گیا۔ اس کی اصل وجہ جوش کی اپنی نزاعی شخصیت ہے۔ کیونکہ اس میں انہوں نے نے نہایت بے باکانہ اور والہانہ انداز میں اپنی معشوقاؤں، طوائفوں اور لڑکوں سے عشق کا تذکرہ کیا ہے جبکہ مشرقی اقدار کسی بھی انسان کو ایک حد سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دیتیں۔ جبکہ جوش نے ان اقدار سے مکمل انحراف کیا ہے۔ بقول جوش ان کی زندگی کے چار بنیادی میلانات ہیں۔ شعر گوئی، عشق بازی، علم طلبی اور انسان دوستی۔ ان کی شعر گوئی کا عکس ان کی آپ بیتی میں پوری آب و تاب سے نظر آتا ہے۔ شعر گوئی کے باب میں جوش لکھتے ہیں:

"میں نے شاعر بننے کی تمنا کبھی نہیں کی۔۔۔ میں شاعری کے پیچھے نہیں دوڑا، شاعری نے خود میرا تعاقب کیا۔۔۔ شاعری، میری حاکم ہے میں محکوم۔ وہ جابر ہے، میں مجبور، وہ قاہر ہے، میں مقہور، وہ امر ہے اور میں معمور۔" (8)

ان تمام خامیوں پر "یادوں کی برات" کی ایک خوبی بھاری ہے کہ اس میں جوش نے مختلف اقسام کی نفسیاتی گرہوں کو کھولنے کی کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس آپ بیتی کا اردو ادب میں اب تک منظر عام پر آنے والی تمام آپ بیتیوں میں ایک منفرد مقام ہے۔ بقول ڈاکٹر صبیحہ انور:

"اردو میں ادب تک جتنی بھی آپ بیتیاں منظر عام پر آچکی ہیں، ان میں جوش ملیح آبادی کی آپ بیتی (یادوں کی برات) ہی ایسی ہے جو مختلف نفسیاتی گرہوں اور الجھنوں کی سب سے زیادہ آئینہ دار ہے۔"(9)

قدرت اللہ شہاب (1986ء۔1917ء) کی آپ بیتی "شہاب نامہ" ان کی وفات کے ایک سال بعد جولائی 1987ء میں منظر عام پر آئی۔ قبل ازیں اس کے کچھ حصے مختلف ادبی رسائل "معاصر"، "دستاویز"، "نیادور"، "تخلیقی ادب"، "سیارہ ڈائجسٹ" اور اردو ڈائجسٹ میں چھپتے رہے۔ چند ابواب مختلف ادبی نشستوں میں پڑھ کر سنائے گئے۔ آپ بیتی کا ہر حصہ اپنی جگہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔ 840 صفحات پر مشتمل یہ ضخیم آپ بیتی "اقبال جرم" کے نام سے پیش لفظ کے بعد 49 ابواب پر مشتمل ہے۔ جن میں قدرت اللہ شہاب نے اپنی پیدائش سے پہلے کے حالات سے لے کر بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپے کی تصویر کشی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol. 5 No.4 2021

نہایت عمدہ اور دلکش انداز میں کی ہے کہ قاری گھنٹوں اس کے سحر میں کھویا رہے۔ ایک بیوروکریٹ کی حیثیت سے اپنی ملازمت کے اتار چڑھاؤ اور ملکی حالات و واقعات کو بیان کرنے میں اس کے علاوہ اور کوئی بہترین مثال نہیں۔

"شہاب نامہ" کا کینوس اتنا وسیع ہے کہ اس کی لامحدود تفصیلات اور ان گنت کرداروں کی طرف اجمالی اشارے کیے جاسکتے ہیں۔ اس کتاب کے قابل ذکر پہلوؤں میں قدرت اللہ شہاب کی شخصیت اور روحانیت، سیاسی معاملات اور رائٹرز گلڈ کی مثال شامل ہیں۔ شہاب نے بہت سے زندہ اور لازوال کردار تخلیق کیے ہیں جنہیں اردو ادب کے زندہ کرداروں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ ان کرداروں میں میں کم سنی کے عشق کی محبوبہ صادقہ بیگم (ماسٹر مولوی عبدالحنان کی جواں سال بیوی)، باباشہاب الدین کے وارث چوہدری مہتاب الدین، ملازم کریم بخش اور چندراوتی شامل ہیں۔

چندراوتی کے عشق میں وہ تب گرفتار ہوئے جب گورنمنٹ کالج لاہور میں ایم اے کے طالب علم تھے۔ دونوں کی ملاقات پنجاب پبلک لائبریری میں اچانک ہوتی ہے جو جلد ہی دوستی اور دوستی سے عشق میں ڈھل جاتی ہے۔ شہاب کے ان الفاظ سے چندراوتی کا مکمل سراپا قاری کے سامنے آجاتا ہے:

> "چندراوتی واقعی سورن کنیا تھی۔ وہ سپرڈیشر سمشیر قسم کی لڑکیوں کی طرح حسین نہ تھی، لیکن اس کے باوجود ہر وقت سپیدہ سحر کا ہالہ چھایا رہتا تھا۔ رنگت میں وہ سونے کی ڈلی تھی اور جلد اس کی باریک مومی کاغذ تھی جس کے آرپار نگاہ جاتی بھی ہے اور نہیں بھی جاتی ہے۔ اس کی گردن میں چند باریک باریک نیلی رگوں کی بڑی خوش نما پچی کاری تھی اور جب وہ پانی پیتی تھی تو اس کے گلے سے گزرتا ہوا ایک ایک گھونٹ دور سے گنا جاسکتا تھا۔" (10)

قدرت اللہ شہاب کا یہ انداز بیان ان کی آپ بیتی کو ایک افسانوی رنگ میں ڈبو دیتا ہے۔ شہاب تین سربراہان مملکت گورنر جنرل غلام محمد، صدر اسکندر مرزا اور صدر ایوب کے پرسنل سیکرٹری رہے۔ ان سربراہان کی ذاتی زندگی کی جو جھلکیاں "شہاب نامہ" میں ملتی ہیں وہ تاریخ کی کسی کتاب میں نہیں ملتیں۔ اس آپ بیتی کے ابتدائی ابواب زمانی و معروضی توازن سے عاری ہونے کی وجہ سے آپ بیتی کی بجائے ایک افسانے اور رپورتاژ کا تاثر پیش کرتے ہیں۔ جبکہ کہیں کہیں خاکہ نگاری کا رنگ بھی ملتا ہے۔ اردو میں بیسیوں عمدہ آپ بیتیاں موجود ہیں لیکن شہاب کے تجربات و مشاہدات کی رنگارنگی، وسعت، تفصیل اور گہرائی اسی آپ بیتی کا خاصا ہے۔

احسان دانش (کاندھلہ 1982ء۔1914ء) کی آپ بیتی "جہانِ دانش" کو ایک "مزدور کی آپ بیتی" بھی کہا جاسکتا ہے کیونکہ جب انہوں نے ہوش سنبھالا تو اپنے ارد گرد غربت و افلاس کو ہی اپنا ہم جولی پایا جس کا اثر تاحیات ان کے ساتھ رہا۔ ہر قدم پر انہیں اپنی زندگی کے عجوبہ کار ہونے کا احساس رہا۔ "دیباچۂ حیات" میں لکھتے ہیں:

> "میری عمر کی باؤلی گہری ضرور ہے لیکن اندھیری نہیں جب میں اس میں جھانکتا ہوں تو چاروں طرف طاقوں میں چراغ جل اٹھتے ہیں اور سیڑھیاں اس قدر روشن ہو جاتی ہیں کہ درزیں نظر آنے لگتی ہیں۔ مجھے میرے ماضی نے اس قدر کھنڈلا ہے کہ کہیں تو چٹیاں کھا کھا کر میرا بدن نیلا پڑ گیا اور کہیں چوٹل جگہیں اپنی سطح سے ابھری کی ابھری رہ گئی ہیں مگر نظر میں ترسی آگئی۔"(11)

دلسوزی "جہانِ دانش" کی اہم خوبی ہے۔ احسان دانش کے مطابق انہوں نے کئی بار اپنے حالات لکھنے کی کوشش کی لیکن ہر بار اس خیال سے خاموشی اختیار کرلی کی کہیں پڑھنے والے اسے رحم کی درخواست نہ سمجھ لیں۔ اپنی داستانِ عشق کے بیان میں مصنف نے جرات اظہار سے کام لیا ہے۔ احسان دانش کو جو شرافت اپنے والدین سے ورثہ میں ملی انہوں نے ہمیشہ اس کو مقدس کتاب سمجھ کر حفاظت کی۔ اس آپ بیتی کو ڈاکٹر سید عبداللہ نے جن خصوصیات کی بنا پر منفرد قرار دیا ان میں ایک یہ پاسِ ناموس عشق بھی ہے۔ دوسری یہ کہ یہ ایک غریب مزدور کی پرخلوص اور بہادرانہ جدوجہد کی کہانی ہے۔ چونکہ احسان دانش ادبی نثر کے فنی و لسانی تقاضوں سے بخوبی واقف تھے اس لیے انہوں نے اپنی شاہکار آپ بیتی میں ان تمام لوازم کا بخوبی خیال رکھا ہے۔ متروک مقامی زبان کا استعمال ان کی آپ بیتی میں جابجا نظر آتا ہے مثلاً ٹار دوپہر، پٹھانے، ڈگرا، بھورا، اڑگڑی وغیرہ "جہان دانش" سے کاندھلے کی زبان کی ایک مختصر فرہنگ تیار کی جاسکتی ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

میرزاادیب(1999ء۔1914ء)کی آپ بیتی "مٹی کا دیا"جولائی 1981ء میں منظر عام پر آئی۔کل 26 عنوانات پر مشتمل یہ کتاب دو حصوں منقسم ہے۔ابتدائی 34 سرخیوں کا تعلق ان کی سوانح حیات سے ہے جس میں ان کی تعلیم،ملازمت،والد،والدہ اور تایا کی شخصیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔دوسرے حصے میں "بمبئی میں میرے شب وروز" اور "میرا ایک گمنام محسن"سمیت اٹھائیس عنوانات ہیں۔"میرے ہمدم میرے دوست" کے عنوان کے تحت 24 اہم علمی وادبی شخصیات کا فرداً فرداً مفصل ذکر کیا گیا ہے۔

"مٹی کا دیا"ایک درزی کے بیٹے دلاور علی کی کہانی ہے اور میرزاادیب کی داستان حیات بھی۔اس سوانح حیات میں مصنف نے ساٹھ ستر سال پہلے کا اندرون لاہور،بالخصوص بھاٹی دروازے کے جملہ مناظر کو اس تفصیل سے دکھایا ہے کہ اس عہد کے معاشی،معاشرتی،سیاسی،تمدنی اور تہذیبی تغیرات بھی سامنے آجاتے ہیں۔بقول مشفق خواجہ:

> "مٹی کا دیا"ایک فرد کی داستان حیات بھی ہے اور ایک عہد کی ثقافتی دستاویز بھی۔ہماری تہذیب و معاشرت کے بہت سے ایسے پہلو اس میں نظر آتے ہیں جو اب ہمارے درمیان موجود نہیں۔یہ آپ بیتی گویا کھوئے ہوؤں کی جستجو ہے اور میرزا ادیب نے اپنی ذات کے حوالے سے پورے ایک دور کی مرقع نگاری کی ہے۔"(12)

بحیثیت مجموعی فنی لحاظ سے "مٹی کا دیا"ایک بہترین آپ بیتی ہے جس میں مصنف نے اپنی ذات کو کائنات بنا کر دلکش اسلوب بیاں میں پیش کیا ہے۔

مذکورہ تمام خودنوشت سوانح عمریوں کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ بیتی ہی ایک ایسی صنف نثر ہے جس سے قاری کو اس مصنف کے عہد،زبان،ثقافت اور بودوباش کی بہترین جانکاری مل سکتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اردو زبان وادب میں خودنوشت سوانح نگاری کی ایک جاندار،توانا اور زندہ روایت موجود ہے۔

حوالہ جات

1) محمد عمر رضا،ڈاکٹر،اردو میں سوانحی ادب فن اور روایت،لاہور:فکشن ہاؤس،2012ء،ص:117،118
2) علیم الدین سالک،آپ بیتیوں کے بعض نمایاں پہلو،مشمولہ نقوش،آپ بیتی نمبر،لاہور:ادارہ فروغ اردو،1964ء،ص:40
3) صبیحہ انور،ڈاکٹر،اردو خودنوشت سوانح حیات،لکھنو:1982ء،ص:173،174
4) محمد جعفر تھانیسری،مولوی،تواریخ عجیب،لاہور:اسلامی پریس،1302ھ،ص:51،61
5) عتیق صدیقی،حسرت موہانی قید فرنگ میں،حرف آغاز،نئی دہلی:انجمن ترقی اردو ہند،1982ء،ص:9
6) عبدالمجید سالک،سرگزشت،لاہور:الفیصل ناشران وتاجران کتب،1993ء،ص:11
7) سلیم اختر،اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ،لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،1981ء،ص:320
8) جوش ملیح آبادی،یادوں کی برات،لاہور:مکتبہ شعر وادب،1975ء،ص:13
9) صبیحہ انور،ڈاکٹر،اردو خودنوشت سوانح حیات،ص:273
10) قدرت اللہ شہاب،شہاب نامہ،لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،2013ء،ص:80
11) احسان دانش،جہانِ دانش،لاہور:خزینہ علم وادب،2000ء،ص:11
12) میرزاادیب،مٹی کا دیا،مشمولہ میرزاادیب شخصیت اور فن،مرتبہ رشید امجد،لاہور:مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۱ء، ص:427

ماخذ:

1) احسان دانش،جہانِ دانش،لاہور:خزینہ علم وادب،2000ء
2) جوش ملیح آبادی،یادوں کی برات،لاہور:مکتبہ شعر وادب،1975ء

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

3) سلیم اختر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 1981ء
4) صبیحہ انور، ڈاکٹر، اردو خود نوشت سوانح حیات، لکھنو: 1982ء
5) عتیق صدیقی، حسرت موہانی قید فرنگ میں، حرف آغاز، نئی دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، 1982ء
6) علیم الدین سالک، آپ بیتیوں کے بعض نمایاں پہلو، مشمولہ نقوش، آپ بیتی نمبر، لاہور: ادارہ فروغ اردو، 1964ء
7) عبدالمجید سالک، سرگزشت، لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، 1993ء
8) قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2013ء
9) محمد عمر رضا، ڈاکٹر، اردو میں سوانحی ادب فن اور روایت، لاہور: فکشن ہاؤس، 2012ء
10) محمد جعفر تھانیسری، مولوی، تواریخ عجیب، لاہور: اسلامی پریس، 1302ھ
11) میرزا ادیب، مٹی کا دیا، مشمولہ میرزا ادیب شخصیت اور فن، مرتبہ رشید امجد، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۱ء